Al-Raqīm (Research Journal of Islamic Studies)
ISSN: 3006-2225 (Print), 3006-2233 (Online)
Volume 04, Issue 01, January-June 2026.
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/alraqim/index
Publisher: Department of Islamic Studies, The Islāmia University of Bahāwalpur, Raḥīm Yār Khān Campus, Pakistan
Email: editor.alraqim@iub.edu.pk

استشراقی مطالعاتِ حدیث میں ہیرالڈ موٹسکی کا منہج اور اس کے اثرات: ایک تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

Harald Motzki's Methodology in Orientalist Hadith Studies and Its Intellectual Impact: A Critical Academic Study

Aown Muhammad
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Sargodha
Email: *aownm928@gmail.com*
Dr. Muhammad Haroon
Assistant Professor, Department of Islamic Studies University of Sargodha
Email: hafizmahtab209@gmail.com

Abstract :

*The scholarly and historical criticism of the corpus of Prophetic Hadith by Orientalists has remained a significant subject in modern Islamic studies. Nineteenth- and twentieth-century Orientalists, particularly Ignaz Goldziher and Joseph Schacht, expressed profound skepticism regarding the historical authenticity of Hadith and argued that a substantial portion of Hadith material emerged as a product of later juristic, political, and religious developments. However, in the late twentieth century, the German Orientalist Harald Motzki introduced a new methodological approach to Hadith studies known as "Isnad-cum-Matn Analysis," which fundamentally transformed Orientalist perspectives on the historical study of Hadith. Through a comparative analysis of both chains of transmission (*isnād*) and textual content (*matn*), Motzki sought to demonstrate that a considerable number of Hadith traditions could be traced back to the first Islamic century (first century A.H.).This article presents a scholarly and critical examination of Harald Motzki's methodology, its intellectual foundations, its significance within the Orientalist tradition of Hadith studies, its impact on both Muslim and Western academic circles, and the major criticisms directed against it.*

Keywords:

Harald Motzki, Orientalism, Hadith, Isnād (Chain of Transmission), Matn (Text), Isnad-cum-Matn Analysis, Joseph Schacht, Goldziher, Hadith Criticism.

Al-Raqim Research Journal, Department of Islamic Studies, IUB, RYK Campus is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

تمہید:

حدیثِ نبوی ﷺ اسلامی شریعت کا دوسرا بنیادی ماخذ ہے۔ قرآنِ مجید کے بعد اسلامی عقائد، عبادات، اخلاق، قانون اور تہذیب کی تشکیل میں حدیث کا مرکزی کردار ہے۔ اسی اہمیت کے باعث حدیث کا ذخیرہ ہمیشہ علمی تحقیق کا مرکز رہا۔ مسلمان محدثین نے روایت کی حفاظت کے لیے جرح و تعدیل، اسماء الرجال، علل الحدیث، طبقات الرواۃ اور اصولِ حدیث جیسے علوم کو فروغ دیا، جنہیں انسانی تاریخ میں تاریخی تنقید کے منظم ترین علمی نظاموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ مغربی مستشرقین نے جب اسلامی علوم کا مطالعہ شروع کیا تو حدیثی ذخیرے پر خصوصی توجہ دی گئی۔ ابتدائی مستشرقین نے حدیث کو زیادہ تر تاریخی شکوک کی نگاہ سے دیکھا۔ گولڈ زیہر اور جوزف شاخت نے حدیث کے بیشتر ذخیرے کو بعد کی فقہی و سیاسی تشکیل قرار دیا۔ ان نظریات نے طویل عرصے تک مغربی علمی دنیا میں غلبہ حاصل کیے رکھا۔ لیکن بیسویں صدی کے اواخر میں بعض محققین نے اس انتہا پسندانہ تشکیک پر نظرِ ثانی کی۔ ان میں ہیرالڈ موٹسکی نمایاں ترین شخصیت کے طور پر سامنے آئے۔ موٹسکی نے حدیثی مواد کے تاریخی مطالعے کے لیے ایک ایسا منہج پیش کیا جس نے نہ صرف مستشرقانہ حدیثی تنقید کو معتدل بنایا بلکہ اسلامی روایت کی تاریخی حیثیت کے بارے میں نئی بحثوں کو بھی جنم دیا۔

ہیرالڈ موٹسکی: علمی تعارف

ہیرالڈ موٹسکی (2019–1948) جرمن مستشرق، ماہرِ اسلامیات اور جامعہ نائمخن (University of Nijmegen) میں اسلامی علوم کے پروفیسر تھے۔ انہوں نے ابتدائی اسلامی فقہ، حدیث اور تاریخ کے موضوعات پر گہرے تحقیقی کام کیے۔ ان کی نمایاں تصانیف درج ذیل ہیں: "The Origins of Islamic Jurisprudence"، "Hadith: Origins and Developments"، "Analyzing Muslim Traditions"، "The Biography of Muhammad: The Issue of the Sources" موٹسکی کی علمی اہمیت اس وجہ سے بڑھ جاتی ہے کہ انہوں نے نہ صرف مستشرقانہ حدیثی تنقید کا از سرِ نو جائزہ لیا بلکہ ایک ایسا تحقیقی منہج بھی متعارف کرایا جسے جدید حدیثی تحقیق میں بنیادی اہمیت حاصل ہو چکی ہے۔

ابتدائی استشراقی رجحانات

استشراق (Orientalism) مغربی دنیا کی جانب سے مشرقی تہذیبوں، زبانوں، مذاہب اور علوم کے مطالعے کو کہا جاتا ہے۔ اسلامیات کے میدان میں استشراق نے خاص طور پر قرآن، حدیث، فقہ اور اسلامی تاریخ کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا۔ تاہم استشراق کے ابتدائی رجحانات مکمل علمی غیر جانبداری پر مبنی نہیں تھے بلکہ ان پر مذہبی، تہذیبی، سیاسی اور فکری عوامل گہرے طور پر اثر انداز تھے۔ اسی وجہ سے ابتدائی مستشرقین نے اسلامی مصادر، خصوصاً حدیثِ نبوی ﷺ، کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا۔ ان کے نزدیک

حدیثی ذخیرہ بڑی حد تک بعد کی فقہی، سیاسی اور مذہبی تشکیل کا نتیجہ تھا۔اس تشکیکی رویے کے پس منظر میں متعدد عوامل کارفرما تھے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مذہبی تعصب(Religious Prejudice)

ابتدائی استشراق کی ایک بنیادی خصوصیت مذہبی تعصب تھا۔قرونِ وسطیٰ کے یورپ میں اسلام کو عیسائیت کے ایک بڑے مذہبی وسیاسی حریف کے طور پر دیکھا جاتا تھا۔صلیبی جنگوں (Crusades) کے بعد یورپی مذہبی حلقوں میں اسلام کے خلاف منفی تصورات مزید مضبوط ہوئے۔یہی ذہنی پس منظر بعد کے مستشرقین کی تحقیقات میں بھی نمایاں نظر آتا ہے۔بہت سے ابتدائی مستشرقین دراصل کلیسائی اداروں سے وابستہ تھے، اس لیے ان کے مطالعے کا مقصد علمی تحقیق سے زیادہ اسلام پر تنقید کرنا تھا۔[1] اسلامی مصادر، خصوصاً حدیث، کو اس لیے مشکوک سمجھا گیا کیونکہ مستشرقین کے نزدیک یہ مذہبی روایت مسلمانوں کے عقائد و شریعت کی بنیاد تھی۔ چنانچہ حدیث کے تاریخی وثوق پر سوال اٹھا کر اسلامی شریعت کی بنیادوں کو کمزور کرنے کی کوشش کی گئی۔اگناتس گولڈزیہر (Ignaz Goldziher) نے احادیث کو ابتدائی اسلامی فرقہ وارانہ اور فقہی اختلافات کی عکاسی قرار دیا اور یہ دعویٰ کیا کہ احادیث کی بڑی تعداد بعد کے ادوار میں وضع کی گئی۔[2] اسی طرح جوزف شاخت (Joseph Schacht) نے حدیثی ذخیرے کو فقہی ارتقاء کی پیداوار قرار دیتے ہوئے یہ نظریہ پیش کیا کہ فقہاء نے اپنی آراء کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنے کے لیے اسناد کو تدریجاً پیچھے کی طرف بڑھایا۔[3] یہ نظریات دراصل اس مذہبی ذہنیت کی عکاسی کرتے ہیں جو اسلامی روایت کو وحیانی یا مستند تسلیم کرنے کے بجائے اسے محض تاریخی وسماجی تشکیل سمجھتی تھی۔

استعماری ذہنیت(Colonial Mentality)

استشراق کا دوسرا اہم پس منظر استعماری ذہنیت تھی۔اٹھارویں اور انیسویں صدی میں یورپی طاقتوں نے مسلم دنیا کے وسیع حصوں پر سیاسی قبضہ قائم کیا۔اس سیاسی غلبے کے ساتھ ساتھ مشرقی اقوام کی تہذیب، مذہب اور علمی روایت کو بھی کمتر ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ایڈورڈ سعید (Edward Said) کے مطابق استشراق محض علمی سرگرمی نہیں تھا بلکہ وہ ایک فکری وسیاسی نظام تھا جس کے ذریعے مغرب نے مشرق پر اپنی بالادستی قائم رکھی۔[4] مسلمانوں کے مذہبی مصادر کو غیر معتبر ثابت کرنا استعماری منصوبے کا ایک اہم حصہ تھا، کیونکہ اسلامی تہذیب کی فکری طاقت قرآن وسنت سے وابستہ تھی۔ چنانچہ حدیث کے ذخیرے پر تاریخی شکوک پیدا کر کے اسلامی شریعت اور تہذیبی شناخت کو کمزور کرنے کی کوشش کی گئی۔بہت سے مستشرقین نے اسلامی روایت کو غیر سائنسی، غیر تاریخی اور افسانوی قرار دیا تاکہ مغربی تہذیب کی برتری کو ثابت کیا جا سکے۔[5] اس استعماری ذہنیت کا اثر حدیثی مطالعات میں واضح طور پر نظر آتا ہے،

جہاں مسلمان محدثین کے عظیم علمی نظام، مثلاً جرح و تعدیل، اسماء الرجال، علل الحدیث اور طبقات الرواۃ، کو اکثر نظر انداز کیا گیا یا ناکافی سمجھا گیا۔ حالانکہ یہ علوم تاریخی تنقید کے انتہائی منظم اور دقیق نظاموں میں شمار ہوتے ہیں۔[6]

بائبل کی تاریخی تنقید کا اثر(Influence of Biblical Historical Criticism)

انیسویں صدی میں یورپ میں بائبل پر تاریخی و تنقیدی تحقیق (Historical-Critical Method) کا آغاز ہوا۔ جرمن محققین نے بائبل کے متون کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ بائبل کے بہت سے حصے بعد میں مرتب ہوئے اور ان میں تاریخی تغیرات موجود ہیں۔[7]مستشرقین نے یہی منہج اسلامی مصادر پر بھی لاگو کیا۔ چونکہ ان کے نزدیک مذہبی متون انسانی تاریخ کی پیداوار تھے، اس لیے انہوں نے حدیثی ذخیرے کو بھی اسی زاویے سے دیکھا۔ نتیجتاً حدیث کی اسناد کو مصنوعی اور متون کو بعد کی فکری تشکیل قرار دیا گیا۔ جوزف شاخت نے فقہی احادیث کے بارے میں یہی موقف اختیار کیا کہ وہ دوسری صدی ہجری کے فقہی ارتقاء کا نتیجہ ہیں۔[8]تاہم اس منہج کی ایک بڑی کمزوری یہ تھی کہ مستشرقین نے اسلامی روایت اور بائبلی روایت کے بنیادی فرق کو نظر انداز کیا۔ بائبل کی تدوین اور روایت کا نظام اسلامی حدیثی روایت سے بالکل مختلف تھا۔ مسلمانوں نے آغاز ہی سے روایت کی سند، راویوں کے حالات اور متن کے تحفظ پر غیر معمولی توجہ دی، جبکہ بائبل میں اس نوعیت کا منظم نظام موجود نہیں تھا۔[9]

اسلامی روایت سے ناواقفیت(Lack of Understanding of Islamic Tradition)

ابتدائی مستشرقین کی ایک بڑی کمزوری اسلامی علوم کی داخلی روایت سے ناواقفیت تھی۔ بہت سے مستشرقین عربی زبان، اصولِ حدیث، فقہ اور اسلامی علمی روایت کی گہرائی سے واقف ہی نہیں تھے۔ اسی وجہ سے انہوں نے اسلامی مصادر کا مطالعہ مغربی علمی معیارات کی روشنی میں کیا، لیکن اسلامی مناہج کو پوری طرح نہیں سمجھ سکے۔[10]مثال کے طور پر حدیث کے ذخیرے کو سمجھنے کے لیے صرف متن کا مطالعہ کافی نہیں بلکہ اسناد، رجال، علل اور روایت کے سماجی و علمی پس منظر کا علم بھی ضروری ہے۔ مسلمان محدثین نے صدیوں پر محیط محنت کے ذریعے روایت کی جانچ کا جو نظام قائم کیا، وہ اپنی نوعیت کا منفرد علمی کارنامہ تھا۔ لیکن ابتدائی مستشرقین نے اس نظام کو اکثر محض رسمی یا غیر مؤثر سمجھا۔[11]بعد کے مستشرقین، خصوصاً ہیرالڈ موٹسکی، نے اس کمزوری کو محسوس کیا اور حدیثی روایت کے مطالعے میں اسناد اور متون دونوں کے تقابلی تجزیے کو اہمیت دی۔ یہی وجہ ہے کہ موٹسکی کے منہج نے استشراقی حدیثی مطالعات میں ایک نئی جہت پیدا کی۔ ابتدائی استشراقی رجحانات بنیادی طور پر مذہبی تعصب، استعماری ذہنیت، بائبلی تاریخی تنقید کے اثرات اور اسلامی روایت سے ناواقفیت کا نتیجہ تھے۔ انہی عوامل کی وجہ سے مستشرقین نے حدیثِ نبوی ﷺ کے ذخیرے کو شک کی نگاہ سے دیکھا اور اس کی تاریخی حیثیت پر سوالات اٹھائے۔ تاہم بعد کے محققین، خصوصاً ہیرالڈ موٹسکی، نے ان انتہاپسندانہ نظریات پر نظرِ ثانی کرتے ہوئے زیادہ متوازن اور علمی منہج اختیار کیا، جس نے حدیثی مطالعات میں ایک نئی علمی روایت کی بنیاد رکھی۔

اگناتس گولڈزیہر کا نظریہ

اگناتس گولڈزیہر (Ignaz Goldziher) کو استشراقی حدیثی تنقید کا بانی تصور کیا جاتا ہے، کیونکہ اس نے پہلی مرتبہ منظم انداز میں حدیثِ نبوی ﷺ کے تاریخی وثوق پر سوالات اٹھائے۔ اپنی معروف تصنیف *Muslim Studies* میں گولڈزیہر نے یہ نظریہ پیش کیا کہ احادیث کا بڑا حصہ دراصل عہدِ نبوی ﷺ کی حقیقی روایات نہیں بلکہ ابتدائی اسلامی صدیوں میں پیدا ہونے والے فقہی، سیاسی اور فرقہ وارانہ اختلافات کی عکاسی کرتا ہے۔ "A considerable part of Hadith is the result of later development."[12] اس کے مطابق مختلف فقہی مکاتبِ فکر، سیاسی گروہوں اور مذہبی جماعتوں نے اپنے نظریات کی تائید کے لیے احادیث کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا، جس کے نتیجے میں حدیثی ذخیرہ بتدریج وسعت اختیار کرتا گیا۔ گولڈزیہر نے مزید یہ دعویٰ کیا کہ حدیثی مواد کی بڑی مقدار دوسری اور تیسری صدی ہجری میں تشکیل پائی، جبکہ اسناد کا منظم نظام بھی بعد کے ادوار میں وجود میں آیا تاکہ روایات کو تاریخی اعتبار سے معتبر دکھایا جا سکے[13]۔ اس کے نزدیک اسناد اصل روایت کے بجائے بعد کی علمی تدوین کا حصہ تھیں، اسی لیے وہ حدیث کو ابتدائی اسلامی معاشرے کی مذہبی و فکری ارتقاء کا مظہر سمجھتا ہے، نہ کہ مکمل طور پر عہدِ نبوی ﷺ کی محفوظ روایت۔

جوزف شاخت اور Projecting Back Theory

جوزف شاخت (Joseph Schacht) نے استشراقی حدیثی تنقید کو مزید منظم اور شدت پسندانہ شکل دی اور اپنی معروف کتاب *The Origins of Muhammadan Jurisprudence* میں وہ نظریات پیش کیے جنہیں بعد کے محققین نے "Projecting Back Theory" اور "Common Link Theory" کے نام سے تعبیر کیا۔ شاخت کے مطابق ابتدائی اسلامی فقہ بنیادی طور پر دوسری صدی ہجری کے فقہاء اور قانونی مکاتبِ فکر کے اجتہادات کا نتیجہ تھی، لیکن بعد میں ان فقہی آراء کو زیادہ مذہبی اختیار اور حجیت فراہم کرنے کے لیے انہیں رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ اس کے نزدیک اسناد کا نظام تدریجاً پیچھے کی طرف بڑھایا گیا، جسے اس کے مشہور تصور "The isnads grow backwards"[14] سے سمجھا جا سکتا ہے۔ شاخت کا خیال تھا کہ بہت سی روایات ابتدا میں تابعین یا بعد کے فقہاء سے منسوب تھیں، پھر رفتہ رفتہ ان کی نسبت صحابہؓ اور بالآخر نبی اکرم ﷺ تک پہنچا دی گئی، جس کی طرف وہ اس جملے میں اشارہ کرتا ہے : "Traditions from successors become traditions from Companions."[15] مزید برآں، اس نے Common Link Theory پیش کرتے ہوئے استدلال کیا کہ اگر کسی روایت کی متعدد اسناد ایک ہی راوی پر جمع ہوں تو وہی راوی اس روایت کا پہلا قابلِ شناخت مرکز ہوتا ہے، جسے اس نے "The common link is the first

"identifiable transmitter" کے الفاظ میں بیان کیا۔ شاخت کے نزدیک ایسے مشترک راوی سے پہلے کی اسناد عموماً مشکوک یا بعد کی اختراع ہوتی ہیں، اور اسی تناظر میں اس کا یہ مشہور دعویٰ بھی سامنے آتا ہے کہ "The more perfect the isnad, the later the tradition."[16] ان نظریات نے مغربی حدیثی مطالعات پر گہرے اثرات مرتب کیے اور طویل عرصے تک حدیثی ذخیرے کی تاریخی حیثیت کے بارے میں شدید تشکیک کو فروغ دیا۔

ہیرالڈ موتسکی کا منہج

ہیرالڈ موتسکی (Harald Motzki) کا سب سے نمایاں علمی کارنامہ "Isnad-cum-Matn Analysis" ہے، جسے جدید استشراقی حدیثی مطالعات میں ایک انقلابی منہج تصور کیا جاتا ہے۔ اس منہج نے مغربی دنیا میں حدیثِ نبوی ﷺ کے مطالعے کے زاویے کو بنیادی طور پر تبدیل کیا۔ اس سے قبل بیشتر مستشرقین، خصوصاً جوزف شاخت، حدیث کی اسناد کو بڑی حد تک غیر معتبر سمجھتے تھے اور متن کو فقہی و سیاسی ارتقاء کی پیداوار قرار دیتے تھے، لیکن موتسکی نے اس تصور کو چیلنج کرتے ہوئے اسناد اور متن دونوں کے مشترکہ تجزیے کی بنیاد پر حدیثی روایت کے تاریخی ارتقاء کو سمجھنے کی کوشش کی۔[17] "Isnad-cum-Matn Analysis" سے مراد ایسا تحقیقی و تنقیدی طریقہ ہے جس میں حدیث کی صرف سند یا صرف متن کا مطالعہ نہیں کیا جاتا بلکہ دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر دیکھا جاتا ہے۔ موتسکی کے مطابق کسی حدیث کی تاریخی حیثیت متعین کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے تمام دستیاب طرق (Chains of Transmission) جمع کیے جائیں، پھر ہر سند اور متن کا تقابلی جائزہ لیا جائے تاکہ روایت کی اصل صورت، اس کی ترسیل کے مراحل، اور اس میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کو سمجھا جا سکے۔[18] اس منہج کی بنیاد اس تصور پر قائم ہے کہ روایت کی ترسیل کے دوران متن اور اسناد دونوں میں ارتقاء پیدا ہوتا ہے۔ اگر کسی حدیث کے مختلف طرق میں متن کے الفاظ، ترتیب یا مفہوم میں جزوی اختلافات پائے جاتے ہیں تو ان اختلافات کو محض جعل سازی کی دلیل نہیں سمجھا جاتا بلکہ انہیں روایت کے تدریجی ارتقاء، تدریسی ماحول اور رواۃ کے اسلوبِ نقل کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے۔

روایت کے تمام طرق جمع کرنا

اس منہج کا پہلا مرحلہ حدیث کے تمام دستیاب طرق (Transmission Chains) کو جمع کرنا ہے۔ موتسکی کے نزدیک کسی ایک سند یا ایک روایت کی بنیاد پر فیصلہ کرنا علمی طور پر درست نہیں، کیونکہ حدیثی روایت مختلف علاقوں، مختلف رواۃ اور مختلف ادوار کے ذریعے منتقل ہوئی ہے۔

"The historical value of a tradition can only be assessed through a combined analysis of both its isnād and matn rather than by examining either element in isolation."[19]

چنانچہ جب کسی حدیث کے تمام طرق کو یکجا کیا جاتا ہے تو روایت کے پھیلاؤ اور ارتقاء کی مکمل تصویر سامنے آتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک حدیث بصرہ، مدینہ اور کوفہ کے مختلف رواۃ سے مروی ہو تو موٹسکی ان تمام اسناد کو اکٹھا کر کے ان کا تقابلی مطالعہ کرتا ہے تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ روایت کی اصل بنیاد کہاں موجود ہے اور کن مراحل میں اس میں اضافے یا تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ یہ طریقہ قدیم محدثین کے "جمع الطرق"[20] کے اصول سے مشابہت رکھتا ہے، جہاں محدثین کسی حدیث کے تمام طرق جمع کر کے اس کی صحت کا فیصلہ کرتے تھے۔ تاہم موٹسکی اس عمل کو تاریخی تنقید (Historical Criticism) کے ساتھ جوڑ دیتا ہے۔

اسناد اور متون کا تقابلی جائزہ

اس منہج کا دوسرا بنیادی مرحلہ اسناد اور متون دونوں کا تقابلی تجزیہ ہے۔ موٹسکی کے مطابق صرف اسناد کا مطالعہ کافی نہیں، کیونکہ بعض اوقات ایک ہی سند مختلف متون کے ساتھ منقول ہوتی ہے، جبکہ بعض اوقات ایک ہی متن مختلف اسناد کے ذریعے روایت کیا جاتا ہے۔

“Variations in transmission do not necessarilyindicate fabrication; rather, they may reflect the historical development of a tradition during the process of transmission.”[21]

چنانچہ وہ روایت کے مختلف نسخوں کا تقابل کرتا ہے اور درج ذیل سوالات کا جائزہ لیتا ہے: کون سے الفاظ تمام طرق میں مشترک ہیں؟ کن مقامات پر متن میں اختلاف پایا جاتا ہے؟ اختلافات کن رواۃ کے ہاں ظاہر ہوتے ہیں؟ کیا متن کا اضافہ کسی خاص راوی سے شروع ہوتا ہے؟ کیا اسناد کا ارتقاء متن کے ارتقاء سے مطابقت رکھتا ہے؟ اس تقابلی مطالعے کے ذریعے موٹسکی یہ نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ روایت کی ابتدائی شکل کیا تھی اور بعد میں اس میں کون سی تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔

متن اور اسناد کے اختلافات کو باہم ملا کر دیکھنا

موٹسکی کے منہج کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ متن اور اسناد کے اختلافات کو الگ الگ نہیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر دیکھتا ہے۔ اس کے نزدیک اگر کسی خاص راوی سے روایت کے متن میں مخصوص اضافہ پایا جائے تو اس سے روایت کے ارتقائی مرحلے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

“The comparison of multiple transmission strands enables the researcher to reconstruct earlier stages in the development of a report.”[22]

مثلاً اگر ایک روایت کے ابتدائی طرق مختصر ہوں لیکن بعد کے طرق میں تفصیلی اضافہ موجود ہو تو یہ اس بات کی علامت ہو سکتی ہے کہ روایت وقت کے ساتھ شرح و توضیح کے مراحل سے گزری ہے۔ اسی طرح اگر متن کے اختلافات مخصوص جغرافیائی یا فقہی مراکز

سے وابستہ ہوں تو یہ روایت کے علمی و فقہی ارتقاء کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہی پہلو موٹسکی کے منہج کو جوزف شاخت کے نظریات سے ممتاز بناتا ہے، کیونکہ شاخت اسناد کو زیادہ تر مصنوعی سمجھتا تھا، جبکہ موٹسکی اسناد اور متون کے باہمی تعلق کو روایت کی تاریخی تحقیق کا اہم ذریعہ قرار دیتا ہے۔

روایت کی تاریخی نشوونما (Historical Development) کا تعین

موٹسکی کے مطابق حدیثی روایت جامد (Static) نہیں بلکہ ارتقاء پذیر (Dynamic) ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کے منہج کا ایک اہم مقصد روایت کی تاریخی نشوونما کو سمجھنا ہے۔[23] اس تاریخی تجزیے کے ذریعے وہ یہ جاننے کی کوشش کرتا ہے کہ: روایت کس دور میں وجود میں آئی؟ کن علمی مراکز میں پھیلی؟ کن رواۃ نے اس کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا؟ روایت کے متن میں تبدیلیاں کب اور کیوں پیدا ہوئیں؟ اس طریقے سے حدیثی روایت کو محض "صحیح" یا "ضعیف" قرار دینے کے بجائے اس کی تاریخی زندگی (Historical Life) کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

موٹسکی کے نزدیک اس منہج کے مقاصد

موٹسکی کا پہلا مقصد یہ معلوم کرنا ہے کہ روایت کی ابتدائی یا اصل شکل کیا تھی۔ مختلف طرق اور متون کے تقابلی مطالعے کے ذریعے وہ روایت کے مشترک عناصر (Common Core) کو تلاش کرتا ہے، جنہیں روایت کی قدیم ترین صورت سمجھا جا سکتا ہے۔[24] دوسرا مقصد روایت کے ابتدائی راویوں کی تعیین ہے، اس منہج کے ذریعے یہ تعین کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ روایت کے ابتدائی اور مرکزی راوی کون تھے۔ موٹسکی کے نزدیک بعض اوقات مشترک راوی (Common Link) روایت کا موجد نہیں بلکہ اس کا مرکزی ناشر (Main Disseminator) ہوتا ہے۔ موٹسکی روایت کے مختلف مراحلِ ارتقاء کا تجزیہ کرتا ہے تاکہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ متن اور اسناد میں تبدیلیاں کن ادوار میں پیدا ہوئیں۔ اس سے روایت کے فقہی، علمی اور تدریسی پس منظر کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اس منہج کا آخری مقصد روایت کے تاریخی ماحول کو سمجھنا ہے۔ یعنی یہ جاننا کہ روایت کن سماجی، فقہی یا سیاسی حالات میں منتقل ہوئی اور اس کے فروغ میں کن علمی مراکز نے کردار ادا کیا۔

Common Link Theory پر ہیرالڈ موٹسکی کی تنقید

استشراقی حدیثی مطالعات میں جوزف شاخت (Joseph Schacht) کا "Common Link Theory" ایک بنیادی نظریہ سمجھا جاتا ہے، جس نے مغربی دنیا میں حدیثِ نبوی ﷺ کی تاریخی حیثیت پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ شاخت کے مطابق اگر کسی حدیث کی مختلف اسناد کا تجزیہ کیا جائے اور وہ ایک خاص راوی پر جا کر جمع ہو جائیں، تو وہی راوی "Common Link" یا "مشترک راوی" کہلاتا ہے۔ شاخت کا دعویٰ تھا کہ یہی مشترک راوی دراصل اس حدیث کا اصل موجد

(Originator) ہوتا ہے اور اس سے پہلے کی اسناد بعد کے زمانے میں مصنوعی طور پر تیار کی گئی ہوتی ہیں تاکہ روایت کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچایا جا سکے۔[25] اس نظریے کی بنیاد پر شاخت نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ حدیثی ذخیرے کی ایک بڑی مقدار دوسری صدی ہجری کے فقہی ارتقاء کی پیداوار ہے، نہ کہ حقیقی نبوی روایت۔ تاہم ہیرالڈ موٹسکی نے اس نظریے پر بنیادی اور منہجی اعتراضات اٹھائے اول کہتا ہے کہ:

"The existence of a common link does not automatically prove that the transmitter invented the tradition; rather, the common link may represent the earliest transmitter who can be identified through the surviving source."[26]

موٹسکی کے نزدیک شاخت نے اسناد کے ارتقاء کو یک رخی انداز میں دیکھا اور روایت کے تمام طرق و متون کا جامع تجزیہ نہیں کیا۔ موٹسکی نے "Isnad-cum-Matn Analysis" کے ذریعے یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ مشترک راوی کو لازماً حدیث کا جاعل یا موجد قرار دینا علمی طور پر درست نہیں۔ اس کے مطابق بعض اوقات مشترک راوی دراصل روایت کی تدریس، اشاعت اور تدوین کا مرکزی کردار ہوتا ہے، نہ کہ اس کا خالق۔ یعنی ممکن ہے کہ روایت اس سے پہلے بھی موجود ہو، لیکن روایت کی اشاعت اور علمی پھیلاؤ اسی راوی کے ذریعے زیادہ منظم صورت میں سامنے آیا ہو۔ موٹسکی نے یہ بھی استدلال کیا کہ اگر کسی روایت کے مختلف طرق اور متون کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو کئی مرتبہ ایسے شواہد سامنے آتے ہیں جو اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ روایت مشترک راوی سے پہلے بھی موجود تھی۔ مثال کے طور پر اگر ایک ہی روایت مختلف جغرافیائی مراکز، مختلف شاگردوں اور متعدد اسانید کے ذریعے منقول ہو، اور ان میں متن کا بنیادی حصہ مشترک ہو، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ روایت کی اصل بنیاد زیادہ قدیم ہے۔ اس طرح موٹسکی نے شاخت کے اس دعوے کو چیلنج کیا کہ مشترک راوی سے پہلے کی تمام اسناد مصنوعی ہیں۔

موٹسکی کی تحقیق خاص طور پر Musannaf Abd al-Razzaq اور معمر بن راشد کی روایات کے مطالعے میں نمایاں ہوتی ہے، جہاں اس نے دکھایا کہ بعض روایات کی جڑیں پہلی صدی ہجری تک پہنچتی ہیں۔ اس کے مطابق "Common Link" کو روایت کا موجد قرار دینے کے بجائے "Central Transmitter" یا "اہم ناشر" سمجھنا زیادہ مناسب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موٹسکی کے منہج نے استشراقی حدیثی مطالعات میں ایک اہم تبدیلی پیدا کی اور حدیثی روایت کے بارے میں زیادہ متوازن اور محتاط رویے کو فروغ دیا۔

مصنف عبدالرزاق پر ہیرالڈ موٹسکی کی تحقیق

ہیرالڈ موٹسکی (Harald Motzki) کی حدیثی مطالعات میں سب سے اہم اور نمایاں تحقیق *Musannaf Abd al-Razzaq al-Ṣanani* پر کی گئی تحقیق ہے، جسے استشراقی حدیثی تنقید میں ایک اہم موڑ (Turning Point) تصور کیا جاتا ہے۔ موٹسکی نے اپنی معروف تحقیقی مقالہ "The Musannaf of Abd al-Razzaq al-Ṣanani as a Source of Authentic Aḥadith of the First Century A.H." میں مصنف عبدالرزاق کو حدیثی مواد کے ابتدائی تاریخی ذخیرے کے طور پر جانچنے کی کوشش کی۔ اس تحقیق کا بنیادی مقصد جوزف شاخت کے اس نظریے کا تنقیدی جائزہ لینا تھا جس کے مطابق حدیثی مواد زیادہ تر دوسری اور تیسری صدی ہجری کی فقہی و مذہبی تشکیل ہے۔ موٹسکی نے اس کے برعکس یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حدیثی ذخیرے کا ایک قابلِ لحاظ حصہ پہلی صدی ہجری تک رسائی رکھتا ہے اور اسے محض بعد کی ایجاد قرار دینا درست نہیں۔

"The material preserved in the *Musannaf of ʿAbdal-Razzāq* provides important evidence for the existence of authentic traditions that can be traced back to the first century A.H."[27]

مصنف عبدالرزاق، امام عبدالرزاق الصنعانی (126ھ–211ھ) کی عظیم حدیثی و فقہی تصنیف ہے، جس میں تقریباً اکیس ہزار (21,000) سے زائد روایات شامل ہیں۔ یہ کتاب حدیث، فقہ، آثارِ صحابہ، اقوالِ تابعین اور ابتدائی اسلامی علمی روایت کا ایک اہم خزانہ سمجھی جاتی ہے۔ چونکہ عبدالرزاق نے اپنی روایات اپنے اساتذہ خصوصاً معمر بن راشد (م 153ھ) سے اخذ کیں، اور معمر نے اپنی روایات محمد بن شہاب الزہری (م 124ھ) جیسے تابعی محدثین سے حاصل کیں، اس لیے یہ کتاب ابتدائی اسلامی علمی روایت تک رسائی کا ایک اہم ذریعہ شمار ہوتی ہے۔[28] موٹسکی کے نزدیک مصنف *عبدالرزاق* کی اہمیت اس وجہ سے بھی زیادہ ہے کہ یہ کتاب حدیثی مواد کی نسبتاً ابتدائی تدوین کی نمائندگی کرتی ہے، اور اس میں ایسی روایات محفوظ ہیں جو بعد کے مجموعہ ہائے حدیث (مثلاً صحیح بخاری و مسلم) سے پہلے کی علمی روایت کو ظاہر کرتی ہیں۔

"The transmission patterns found in the *Musannaf* do not support the assumption that all early legal traditions were later fabrications."[29]

ہیرالڈ موٹسکی نے *Musannaf ʿAbd al-Razzāq* کے مطالعے میں اپنے مخصوص تحقیقی منہج "Isnad-cum-Matn Analysis" کو اختیار کیا، جس کی بنیاد صرف اسناد یا صرف متون کے بجائے دونوں کے مشترکہ اور تقابلی مطالعے پر قائم ہے۔ اس منہج کے تحت موٹسکی نے روایت کے مختلف طرق (chains of transmission) جمع کیے، ان کے اسناد و متون کا باہمی تقابل کیا، روایت میں موجود جزوی لفظی اور معنوی اختلافات کا جائزہ لیا، راویوں کے طبقات اور ان کے علمی روابط کو جانچا،

اور روایت کے تاریخی ارتقاء (historical development) کا تعین کرنے کی کوشش کی تاکہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ آیا مصنف عبدالرزاق میں محفوظ روایات واقعی ابتدائی اسلامی علمی روایت کی نمائندگی کرتی ہیں یا وہ بعد کے فقہی ارتقاء کی پیداوار ہیں۔ اس تحقیق کے نتیجے میں موتسکی اس نتیجے پر پہنچا کہ معمر بن راشد (م 153ھ) کی روایات تاریخی اعتبار سے بڑی حد تک قابلِ اعتماد ہیں، کیونکہ ان کی روایات میں داخلی consistency پائی جاتی ہے، مختلف شاگردوں کے ذریعے منقول روایات میں بنیادی مماثلت موجود ہے، اور متن و اسناد کا تقابلی مطالعہ تدریجی ارتقاء کی نشاندہی کرتا ہے نہ کہ مکمل جعل سازی کی؛ لہٰذا معمر کو حدیث کا ''موجد'' قرار دینے کے بجائے حدیثی روایت کا ایک مرکزی ناقل (Central Transmitter) سمجھنا زیادہ مناسب ہے۔ اسی طرح موتسکی نے محمد بن شہاب الزہری (م 124ھ) کی روایات کا تفصیلی مطالعہ کرتے ہوئے یہ استدلال کیا کہ زہری کی روایات پہلی صدی ہجری کے علمی ماحول کی عکاسی کرتی ہیں، کیونکہ ان میں فقہی و روایتی عناصر کا امتزاج، متعدد شاگردوں کے ذریعے ان کی ترسیل، اور ان کے متون میں تاریخی تسلسل اس بات کی علامت ہے کہ یہ روایات ابتدائی اسلامی دور سے تعلق رکھتی ہیں، نہ کہ محض اموی یا فقہی مقاصد کے تحت گھڑی گئی ہیں۔ ان نتائج کی بنیاد پر موتسکی نے جوزف شاخت کے "Projecting Back Theory" کو چیلنج کرتے ہوئے یہ مؤقف اختیار کیا کہ حدیثی ذخیرے کو مکمل طور پر دوسری یا تیسری صدی ہجری کی ایجاد قرار دینا درست نہیں، کیونکہ *Musannaf Abd al-Razzāq* میں محفوظ متعدد روایات کی تاریخی جڑیں پہلی صدی ہجری تک پہنچتی ہیں، اور ان کی مختلف independent transmissions اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں کہ اگرچہ حدیثی روایت میں تدریجی ارتقاء ضرور ہوا، تاہم اسے کلیتاً بعد کی فقہی اختراع یا جعل سازی قرار دینا علمی اور تاریخی شواہد سے مطابقت نہیں رکھتا۔[30]

تنقیدی جائزہ

موتسکی کی *Musannaf Abd al-Razzaq* پر تحقیق استشراقی حدیثی مطالعات میں ایک اہم methodological shift سمجھی جاتی ہے، کیونکہ اس نے روایت کے تاریخی مطالعے میں زیادہ متوازن اور evidence-based approach کو فروغ دیا۔ اس تحقیق کی اہمیت یہ ہے کہ اس نے حدیثی ذخیرے کی مکمل نفی کے بجائے اس کے تاریخی ارتقاء اور داخلی ساخت کو سمجھنے کی کوشش کی[31]۔ اگرچہ بعض مستشرقین نے موتسکی پر یہ اعتراض کیا کہ وہ حدیثی روایت پر حد سے زیادہ اعتماد کرتا ہے، تاہم مسلم اور مغربی علمی حلقوں میں اس کی تحقیق کو حدیثی مطالعات میں ایک اہم پیش رفت سمجھا جاتا ہے۔

موطا امام مالک کے بارے میں موتسکی کا موقف

ہیرالڈ موتسکی کے نزدیک موطا امام مالک ابتدائی اسلامی علمی روایت، خصوصاً فقہ و حدیث کے ارتقاء، کو سمجھنے کے لیے ایک نہایت اہم اور مستند ماخذ ہے۔ اس نے جوزف شاخت کے اس نظریے پر تنقید کی کہ ابتدائی فقہی روایات زیادہ تر دوسری صدی ہجری میں

وضع کی گئیں، اور موطا کے مواد کا تاریخی و تقابلی مطالعہ کرتے ہوئے یہ مؤقف اختیار کیا کہ امام مالک (م 179ھ) کی روایات کو مکمل طور پر مصنوعی یا بعد کی فقہی اختراع قرار دینا درست نہیں۔ موتسکی نے اپنے Isnad-cum-Matn Analysis کے ذریعے موطا میں محفوظ روایات، آثارِ صحابہ اور اقوالِ تابعین کا جائزہ لیتے ہوئے یہ استدلال کیا کہ مدینہ کا فقہی و حدیثی سرمایہ ایک تدریجی علمی روایت کا نتیجہ تھا جس کی جڑیں عہدِ صحابہؓ تک پہنچتی ہیں۔ اس کے مطابق امام مالک محض فقہی آراء کے مرتب نہیں تھے بلکہ انہوں نے مدینہ کی ایک قدیم علمی روایت کو محفوظ کیا، جس میں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے علمی تسلسل کی جھلک واضح طور پر نظر آتی ہے۔ موتسکی کے نزدیک موطا اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہے کہ مدنی فقہ (Medinan Jurisprudence) محض بعد کی قانونی تشکیل نہیں بلکہ اس کی بنیادیں ابتدائی اسلامی دور، خصوصاً صحابۂ کرامؓ کے علمی و عملی تعامل میں موجود تھیں، اسی لیے موطا امام مالک کو فقہ و حدیث کی ابتدائی تشکیل کے مطالعے میں ایک بنیادی تاریخی دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔[32]

موتسکی اور اصولِ حدیث

ہیرالڈ موتسکی کے منہج اور مسلم محدثین کے اصولِ حدیث کے درمیان کئی قابلِ توجہ مماثلتیں پائی جاتی ہیں، اگرچہ دونوں کے بنیادی مقاصد اور علمی زاویۂ نگاہ میں نمایاں فرق بھی موجود ہے۔ مماثلتوں کے اعتبار سے دیکھا جائے تو موتسکی نے حدیثی تحقیق میں اسناد (chains of transmission) کو بنیادی اہمیت دی، جو کلاسیکی محدثین کے منہج کا بھی مرکزی جزو ہے۔ جس طرح محدثین روایت کی صحت جانچنے کے لیے سند کا باریک بینی سے جائزہ لیتے تھے، اسی طرح موتسکی نے بھی اپنی تحقیق، خصوصاً Isnad-cum-Matn Analysis میں اسناد کو روایت کے تاریخی مطالعے کا لازمی عنصر قرار دیا۔ مزید برآں، اس نے راویوں کی تاریخی تحقیق، ان کے طبقات، باہمی علمی روابط اور روایت کی ترسیل کے سلسلے کا جائزہ لیا، جو علمِ رجال اور طبقات الرواۃ کے اصولوں سے مشابہت رکھتا ہے۔ اسی طرح موتسکی نے متعدد طرق (multiple transmissions) کے تقابلی مطالعے کو اہمیت دی اور مختلف اسانید و متون کے باہمی موازنہ کے ذریعے روایت کے ارتقاء کو سمجھنے کی کوشش کی، جو محدثین کے "جمع الطرق" کے اصول سے قریب ہے۔ مزید یہ کہ اس نے متون کے اختلافات (variant texts) کا تجزیہ بھی کیا تاکہ روایت کی اصل صورت اور اس کے ارتقائی مراحل کا تعین کیا جا سکے، جبکہ مسلم محدثین بھی متن کے شذوذ، علل اور اختلافات کا مطالعہ کرتے تھے۔

تاہم ان مماثلتوں کے باوجود موتسکی اور مسلم محدثین کے درمیان بنیادی اختلافات بھی موجود ہیں۔ سب سے بڑا فرق مقصد (Objective) کا ہے۔ مسلم محدثین کا اصل مقصد سنتِ نبوی ﷺ کی حفاظت، صحیح و ضعیف احادیث میں امتیاز، اور دینی حجیت (religious authority) کا تعین تھا، کیونکہ ان کے نزدیک حدیث شریعتِ اسلامی کا بنیادی ماخذ تھی؛ اس کے برعکس موتسکی کا مقصد حدیث کی دینی حیثیت کا تعین نہیں بلکہ اس کے تاریخی وثوق (historical authenticity) اور روایت کے تدریجی

ارتقاء (historical development) کا مطالعہ تھا۔[33] دوسرا بنیادی فرق وحیانی تصور (Concept of Revelation) کا ہے؛ مسلم محدثین حدیث کو "وحیِ غیر متلو" تصور کرتے ہیں اور اسے نبی کریم ﷺ کی دینی رہنمائی کا لازمی حصہ سمجھتے ہیں، جبکہ موٹسکی حدیث کو بنیادی طور پر ایک تاریخی روایت (historical tradition) کے طور پر دیکھتا ہے اور اس کے وحیانی پہلو پر بحث نہیں کرتا۔[34] تیسرا اہم فرق جرح و تعدیل کے استعمال میں ہے؛ اگرچہ موٹسکی نے راویوں کے طبقات، ان کے علمی تعلقات اور روایت کی ترسیل سے استفادہ کیا، تاہم اس نے محدثین کے مکمل نظامِ جرح و تعدیل، جس میں راویوں کے ضبط، عدالت، ثقاہت اور علل کی تفصیلی جانچ شامل ہے، کو اپنی تحقیق کی بنیادی اساس نہیں بنایا، بلکہ historical-critical methodology کو ترجیح دی۔[35]

موٹسکی کے منہج کے علمی اثرات

ہیرالڈ موٹسکی کے منہج نے استشراقی حدیثی مطالعات میں گہرے اور دیرپا علمی اثرات مرتب کیے اور مغربی دنیا میں حدیثِ نبوی ﷺ کے مطالعے کے زاویوں میں ایک بنیادی تبدیلی پیدا کی۔ موٹسکی سے قبل استشراقی حلقوں میں اگناتس گولڈ زیہر اور جوزف شاخت کے نظریات غالب تھے، جن کے مطابق حدیثی ذخیرہ بڑی حد تک بعد کے فقہی، سیاسی اور مذہبی ارتقاء کی پیداوار تھا، تاہم موٹسکی کی Isnad-cum-Matn Analysis پر مبنی تحقیقات نے اس شدید تشکیک (radical skepticism) کو کمزور کیا اور یہ رجحان پیدا کیا کہ حدیثی روایت کو مکمل طور پر غیر مستند یا مصنوعی قرار دینے کے بجائے اس کا تاریخی اور تقابلی مطالعہ کیا جائے[36]۔ اس کے نتیجے میں مغربی محققین نے ابتدائی اسلامی روایت، خصوصاً پہلی صدی ہجری کے علمی مواد، کو زیادہ سنجیدگی سے لینا شروع کیا اور یہ تسلیم کیا کہ حدیثی ذخیرے کا ایک قابلِ لحاظ حصہ ابتدائی اسلامی دور تک رسائی رکھتا ہے۔[37] مزید برآں، موٹسکی کے منہج نے حدیثی تحقیق میں ایک اہم منہجی تبدیلی (methodological shift) پیدا کی، جہاں صرف اسناد یا صرف متن کے بجائے دونوں کے مشترکہ تجزیے (combined analysis) کو اہمیت دی جانے لگی، اور روایت کے تاریخی ارتقاء کو سمجھنے کے لیے اسانید و متون کے تقابلی مطالعے کا رجحان مضبوط ہوا۔[38] موٹسکی کے اثرات جدید مستشرقین پر بھی نمایاں طور پر مرتب ہوئے؛ جوناتھن اے۔ سی۔ براؤن (Jonathan A. C. Brown) نے موٹسکی کے منہج کو جدید حدیثی تحقیق میں ایک انقلابی پیش رفت قرار دیتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ اس نے استشراقی حدیثی تنقید کو زیادہ متوازن اور evidence-based بنیاد فراہم کی، جبکہ گریگور شولر (Gregor Schoeler) نے روایت کی زبانی (oral) اور تحریری (written) ترسیل کے مطالعے میں موٹسکی کے نتائج کو اہم قرار دیتے ہوئے اس بات کی تائید کی کہ ابتدائی اسلامی روایت کو محض بعد کی تدوین نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اس کی ایک قدیم تاریخی بنیاد موجود ہے۔[39]

موٹسکی کے منہج پر تنقید

ہیرالڈ موٹسکی کے منہج کو اگرچہ جدید حدیثی مطالعات میں ایک اہم methodological advancement سمجھا جاتا ہے، تاہم اس پر مسلم علماء اور بعض مستشرقین دونوں جانب سے تنقید بھی کی گئی ہے۔ مسلم علماء کے ایک طبقے کے مطابق موٹسکی کا مطالعہ حدیث کے **وحیانی اور دینی پہلو** کو پوری طرح ملحوظ نہیں رکھتا، کیونکہ وہ حدیث کو بنیادی طور پر ایک تاریخی روایت (historical tradition)کے طور پر دیکھتا ہے، جبکہ کلاسیکی محدثین کے نزدیک حدیث وحیِ غیر متلو اور شریعت کا بنیادی ماخذ ہے؛اسی لیے ناقدین کے مطابق موٹسکی کا منہج زیادہ تر تاریخی تنقید (historical criticism) تک محدود رہتا ہے اور وہ اصولِ حدیث کے بعض بنیادی مباحث، جیسے جرح و تعدیل، عدالت و ضبطِ راوی، عللِ خفیہ، اور دینی حجیت — کو مکمل طور پر اپنی تحقیق کی بنیاد نہیں بناتا۔[40] دوسری طرف بعض سخت گیر مستشرقین نے بھی موٹسکی پر یہ اعتراض کیا کہ وہ حدیثی ذخیرے پر حد سے زیادہ اعتماد کرتا ہے اور اس کا منہج روایت کی تاریخی صداقت (historical authenticity) کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے، جس سے استشراقی حدیثی تنقید کی وہ شدت کمزور پڑتی ہے جسے گولڈ زیہر اور جوزف شاخت نے قائم کیا تھا۔[41] مزید برآں، موٹسکی کے منہج کی بعض **منہجی حدود** (methodological limitations) بھی بیان کی جاتی ہیں؛ مثلاً یہ طریقۂ کار تمام احادیث پر یکساں طور پر لاگو نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ بہت سی روایات میں متعدد طرق (multiple transmissions) دستیاب نہیں ہوتے، جس کے باعث تقابلی تجزیہ محدود ہو جاتا ہے، نیز بعض اوقات متون کی تاریخی تعبیر اور روایت کے ارتقائی مراحل کا تعین محقق کے ذاتی فہم (subjective interpretation)سے متاثر ہو سکتا ہے، جس سے نتائج میں اختلاف کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔

تنقیدی تجزیہ

ہیرالڈ موٹسکی کا سب سے بڑا علمی کارنامہ یہ ہے کہ اس نے استشراقی حدیثی مطالعات میں ایک متوازن اور معتدل منہج متعارف کرایا، جس کے ذریعے اس نے نہ تو حدیثی روایت کو کلیتاً غیر معتبر قرار دیا اور نہ ہی اسے غیر تنقیدی انداز میں قبول کیا، بلکہ اسناد و متون کے مشترکہ اور تقابلی مطالعے کے ذریعے حدیثی مواد کی تاریخی حیثیت کا محتاط جائزہ لینے کی کوشش کی۔ اس کے منہج کی اہمیت اس بات میں مضمر ہے کہ اس نے حدیثی روایت کے تاریخی مطالعے کو زیادہ سائنسی اور منہجی بنیاد فراہم کی، Isnad-cum-Matn Analysisکے ذریعے اسناد و متن کے مشترکہ تجزیے کو فروغ دیا، ابتدائی اسلامی مصادر، خصوصاً *موطا امام مالک* اور *مصنف عبدالرزاق*، کی تاریخی اہمیت کو اجاگر کیا، اور گولڈ زیہر و جوزف شاخت کی شدید استشراقی تشکیک کو ایک حد تک معتدل بنانے میں کردار ادا کیا۔ تاہم اس کے منہج کی بعض محدودیتیں بھی ہیں، کیونکہ موٹسکی حدیث کی دینی اور وحیانی حیثیت پر بحث نہیں کرتا بلکہ اس کا زاویۂ نگاہ بنیادی طور پر historical-critical ہے، جس میں حدیث کو زیادہ تر ایک تاریخی روایت کے طور پر دیکھا جاتا ہے؛ مزید یہ کہ

اسلامی اصولِ حدیث کی روحانی، اعتقادی اور مذہبی جہات اس کے ہاں نمایاں طور پر موجود نہیں۔ اس کے باوجود یہ حقیقت مسلم ہے کہ موٹسکی نے حدیثی مطالعات میں ایک نئی علمی روایت قائم کی جس نے مغربی اور مسلم علمی حلقوں میں حدیث کے تاریخی مطالعے کے لیے زیادہ متوازن، علمی اور evidence-based approach کو فروغ دیا، اور اس کے اثرات آج بھی جدید حدیثی تحقیقات میں واضح طور پر محسوس کیے جاتے ہیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو حدیثِ نبوی ﷺ کی حفاظت اور اس کے نقل و روایت کے بارے میں خود رسول اللہ ﷺ نے امت کو خصوصی توجہ دلائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ'' اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی، اسے یاد رکھا اور پھر اسے دوسروں تک پہنچایا۔''[42] یہ حدیث اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ عہدِ نبوی ہی میں حدیث کی سماع، حفظ اور تبلیغ کا ایک منظم سلسلہ موجود تھا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ'' جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''[43] محدثین کے نزدیک یہ حدیث اس بات کا ثبوت ہے کہ صحابۂ کرامؓ اور بعد کے محدثین روایتِ حدیث میں غیر معمولی احتیاط برتتے تھے، جس کے نتیجے میں جرح و تعدیل، اسماء الرجال اور علل الحدیث جیسے علوم وجود میں آئے۔

خلاصہ بحث:

ہیرالڈ موٹسکی جدید استشراقی حدیثی مطالعات میں ایک نمایاں اور مؤثر محقق کے طور پر سامنے آتے ہیں، جنہوں نے حدیثِ نبوی ﷺ کے مطالعے میں رائج شدید تشکیکی رجحانات، خصوصاً اگناتس گولڈزیہر اور جوزف شاخت کے نظریات، پر تنقیدی نظرِ ثانی کی۔ موٹسکی نے اپنے Isnad-cum-Matn Analysis کے منہج کے ذریعے اسناد اور متون کے مشترکہ تقابلی مطالعے کو فروغ دیا اور یہ مؤقف اختیار کیا کہ حدیثی ذخیرے کو مکمل طور پر بعد کی فقہی یا سیاسی اختراع قرار دینا درست نہیں، بلکہ اس کی ایک قابلِ لحاظ مقدار پہلی صدی ہجری تک رسائی رکھتی ہے۔ مصنف عبدالرزاق اور موطا امام مالک پر ان کی تحقیقات نے یہ واضح کیا کہ ابتدائی اسلامی علمی روایت تاریخی بنیاد رکھتی ہے اور مدنی فقہ و حدیث کی جڑیں عہدِ صحابہؓ سے پیوست ہیں۔ اگرچہ موٹسکی کا زاویۂ نگاہ بنیادی طور پر historical-critical ہے اور وہ حدیث کی دینی و وحیانی حیثیت پر بحث نہیں کرتے، تاہم ان کی تحقیقات نے مغربی حدیثی مطالعات میں توازن پیدا کیا، شدید استشراقی تشکیک کو معتدل بنایا، اور حدیثی روایت کے مطالعے کے لیے ایک زیادہ منہجی، علمی اور evidence-based approach کو فروغ دیا، جس کے اثرات آج بھی مسلم اور مغربی علمی حلقوں میں نمایاں طور پر محسوس کیے جاتے ہیں۔ استشراقی مطالعاتِ حدیث میں ہیرالڈ موٹسکی کی خدمات ایک اہم علمی سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کے منہج نے مغربی دنیا میں حدیث کے بارے میں زیادہ علمی، معتدل اور تاریخی بنیادوں پر استوار تحقیق کو فروغ دیا۔ ان کی تحقیقات نے یہ واضح کیا کہ

اسلامی روایت محض بعد کی ایجاد نہیں بلکہ اس کی جڑیں ابتدائی اسلامی دور میں موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جدید حدیثی مطالعات میں موٹسکی کا نام ایک بنیادی اور ناگزیر حوالہ بن چکا ہے۔

حواشی و حوالہ جات:

[1] Norman Daniel, *Islam and the West: The Making of an Image* (Edinburgh: Edinburgh University Press, 1960),67.
[2] Ignaz Goldziher, Muslim Studies, vol. 2, trans. C. R. Barber and S. M. Stern (London: George Allen & Unwin, 1971), 55.
[3] Joseph Schacht, The Origins of Muhammadan Jurisprudence (Oxford: Clarendon Press, 1950),149.
[4] Edward Said, Orientalism (New York: Pantheon Books, 1978),12.
[5] Robert Irwin, For Lust of Knowing: The Orientalists and Their Enemies (London: Allen Lane, 2006),134.
[6] Muhammad Mustafa al-Azami, Studies in Hadith Methodology and Literature (Indianapolis: American Trust Publications, 1977),43.
[7] Edgar Krentz, The Historical-Critical Method (Philadelphia: Fortress Press, 1975),29.
[8] Schacht, The Origins of Muhammadan Jurisprudence,172.
[9] Fuat Sezgin, Geschichte des Arabischen Schrifttums, vol. 1 (Leiden: Brill, 1967),69.
[10] Wael B. Hallaq, "The Authenticity of Prophetic Hadith: A Pseudo-Problem," Studia Islamica 89 (1999): 88.
[11] Jonathan A. C. Brown, Hadith: Muhammad's Legacy in the Medieval and Modern World (Oxford: Oneworld, 2009), 78-80.
[12] Ignaz Goldziher, Muslim Studies, vol. 2, trans. C. R. Barber and S. M. Stern,77.
[13] Ignaz Goldziher, Muslim Studies, vol. 2, trans. C. R. Barber and S. M. Stern,89.
[14] Joseph Schacht, The Origins of Muhammadan Jurisprudence,149.
[15] Joseph Schacht, The Origins of Muhammadan Jurisprudence,156.
[16] Joseph Schacht, The Origins of Muhammadan Jurisprudence,170.
[17] Harald Motzki, Analyzing Muslim Traditions: Studies in Legal, Exegetical and Maghāzī Hadith (Leiden: Brill, 2010), 11.
[18] Harald Motzki, "The Musannaf of ʿAbd al-Razzāq al-Ṣanʿānī as a Source of Authentic Aḥādīth of the First Century A.H.," Journal of Near Eastern Studies 50, no. 1 (1991): 9.
[19] Motzki, Analyzing Muslim Traditions, 59.
[20] نور الدين عتر، منهج النقد في علوم الحديث (دمشق: دار الفكر، 1997)، 215۔
[21] Harald Motzki, Hadith: Origins and Developments (Aldershot: Ashgate, 2004),40.
[22] Gregor Schoeler, The Oral and the Written in Early Islam (London: Routledge, 2006), 95.
[23] Motzki, Hadith: Origins and Developments, 59.
[24] Motzki, Analyzing Muslim Traditions, 63.
[25] Joseph Schacht, The Origins of Muhammadan Jurisprudence,160.

---

[26] Harald Motzki, Analyzing Muslim Traditions: Studies in Legal, Exegetical and Maghāzī Hadith,60.

[27] Harald Motzki, "The Musannaf of ʿAbd al-Razzāq al-Ṣanʿānī as a Source of Authentic Aḥādīth of the First Century A.H.,"8.

[28]عبدالرزاق الصنعانی، المصنف، تحقیق حبیب الرحمن الاعظمی (بیروت: المکتب الاسلامی، 1983)، 1:5–5۔

[29] Harald Motzki, Analyzing Muslim Traditions: Studies in Legal, Exegetical and Maghāzī Hadith, 67.

[30] Harald Motzki, "The Musannaf of ʿAbd al-Razzāq al-Ṣanʿānī as a Source of Authentic Aḥādīth of the First Century A.H.,"18.

[31] Wael B. Hallaq, "The Authenticity of Prophetic Hadith: A Pseudo-Problem," 80.

[32] Harald Motzki, Analyzing Muslim Traditions: Studies in Legal, Exegetical and Maghāzī Hadith, 55.

[33] Harald Motzki, Hadith: Origins and Developments,31.

[34]نور الدين عتر، منهج النقد في علوم الحديث،214–219۔

[35] Wael B. Hallaq, "The Authenticity of Prophetic Hadith: A Pseudo-Problem," 85.

[36] Harald Motzki, Analyzing Muslim Traditions: Studies in Legal, Exegetical and Maghāzī Hadith, 66.

[37] Harald Motzki, Hadith: Origins and Developments,32.

[38] Jonathan A. C. Brown, Hadith: Muhammad's Legacy in the Medieval and Modern World, 213.

[39] Gregor Schoeler, The Oral and the Written in Early Islam,110.

[40]نور الدين عتر، منهج النقد في علوم الحديث، 217۔

[41] Joseph Schacht, The Origins of Muhammadan Jurisprudence,187.

[42] أبو داود، السنن، كتاب العلم، باب فضل نشر العلم، حديث: 3660

[43] البخاري، صحيح البخاري، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ، حديث: 107